بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الا للہ الدین الخالص
آگاہ رہو! اللہ ہی کے لیے ہے دینِ خالص
(الزمر)
الفقہ الاکبر
تالیف
امامِ اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ
۸۰ھ — ۱۵۰ھ
مع اردو ترجمہ
البیان الازہر
از
مولانا صوفی عبد الحمید سواتی
بانی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

طبع پنجم

نام کتاب ---- الفقہ الاکبر اردو ترجمہ البیان الازہر

نام مصنف ---- امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت

نام مترجم ---- حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی
بانی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

طبع پنجم ---- اگست ۲۰۰۳ء

مطبع ---- زاہد بشیر پرنٹنگ پریس لاہور

قیمت ---- دس روپے (۱۰/-)

تعداد طباعت ---- ایک ہزار

کتابت ---- محمد امان اللہ قادری گوجرانوالہ

طابع و ناشر ---- ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

ملنے کا پتہ

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم، فاروق گنج گوجرانوالہ

مقدمہ

از

ابو الزاہد محمد سرفراز صدر مدرس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ○ اَمَّا بَعْدُ

زمانۂ ولادت: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی المتولد ۸۰ھ المتوفی ۱۵۰ھ

اگرچہ نبوت و رسالت کا بابرکت زمانہ اور خلافت راشدہ کا قابل رشک دور تو گزر چکا تھا تاہم ایمانی اور عملی مسرتوں اور علمی ذوق و شوق اور جذب و کیف کی والہانہ سرمستیوں اور تقویٰ و طہارت کی اعلیٰ وارفع زندگی کے نور سے زمین جگمگا رہی تھی اور عالم انفس و آفاق میں ایک گونہ شگفتگی و شادابی کی لہریں اور ہزار جنتیں کھل کھلا کر ہنس رہی تھیں اور مجموعی لحاظ سے بجائے سبعیت اور بہیمیت کی پستیوں کے کاروانِ انسانیت شرف و مزیت کی بلندیوں کی طرف جا رہا تھا۔ توفیق ایزدی اور رفاقت خداوندی سے اس وقت بہت سے حضرات علم و تحقیق کے آسمان پہ آفتاب و مہتاب بن کر چمک رہے تھے جن کی روشنی سے دنیا مستفید ہوتی رہی

اور صحیح معنوں میں بنی نوعِ انسان کے لیے رُشد و ہدایت کے پاک
جذبے اور نیک ولولے نے ان کے عزائم کو سدرۃ المنتہیٰ کی بلندی
تک پہنچا دیا تھا جن کے قلوب میں دولتِ ایمان کی مضبوط جڑیں گھر
کر گئی تھیں اور جن کے اعمالِ صالحہ کی شاخیں آسمانی جنّت در آغوش
فضاؤں میں مسرتوں کے جھولے جھول رہی تھیں اور جرأت و ہمت
کے ساتھ وہ قرآن کریم جیسے نیّرِ درخشندہ کو دائیں ہاتھ میں اور سنت رسُول
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور تفقہ فی الدین کی شمعِ کافوری کو بائیں ہاتھ
میں لے کر اندھیرے میں بھٹکنے والی انسانیت اور ظلم و جور کے طوفانوں
سے بچا کر آدمیت کو شادابیوں اور کامرانیوں کی جنّت کی طرف لے جا رہے
تھے، اور اس متاعِ عزیز کی انہوں نے اس طرح حفاظت کی کہ تلواروں کی
جھنکار، تیروں کی بوچھاڑ اور نیزوں کی یلغار بھی اس گرانمایہ امانت کو ان کے
سینوں سے ہرگز نہ نکال سکی۔ انہوں نے ایشیا اور یورپ کے بہت سے
لق و دق میدانوں کی ریت اور خاک چھان کر ہر طرف ایک نئی زندگی اور
ہر سمت ایک حیاتِ تازہ اور ہر جانب ایک جھومتی اور مسکراتی ہوئی رعنائیت
پھیلا دی جس کی وجہ سے ہر گوشے میں خوشیوں کے پھول کھلتے دکھائی
دیتے تھے، غرض کہ جس طرف کوئی قوتِ سامعہ متوجہ کرتا، قال اللہ و
قال الرسول کے دل آویز اور پُر کیف نغموں سے سطحِ ارضی اُسے
گونجتی سنائی دیتی جبکہ معصوم فرشتوں کی پاک ٹولیاں جگہ جگہ نازل ہو کر نزول

سکینہ کا سبب بنتی رہیں۔

اس میمون دور کے اندر ۸۰ھ میں جب کہ دولت مروانیہ کا دوسرا تاجدار عبدالملکؒ بن مروان (المتوفی ۸۶ھ) مسند آرائے خلافت تھا، ثابتؒ نامی ایک مشہور تاجر کو چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے مقام کوفہ میں ایک ہونہار، قبول صورت اور نہایت زیرک فرزند ارجمند عطا فرمایا جس کا نام والدین نے تو نعمانؒ رکھا مگر ان کی قبولیتِ عامہ، قوتِ حافظہ، وسعت معلومات، دقتِ نظر، حدتِ ذہن، کثرت عبادت اور دینی خدمت کے پیشِ نظر زمانہ نے آگے چلکر ان کو امام اعظمؒ کا لقب دیا جنہوں نے بقول علامہ ابن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ) و محدث ابن عدیؒ (المتوفی ۳۶۵ھ) و امام دارقطنیؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) و حافظ ابن عبدالبرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) و خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) و علامہ سمعانیؒ (المتوفی ۵۶۲ھ) و امام نوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) و علامہ ذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) و حافظ عراقیؒ (المتوفی ۸۰۶ھ) و حافظ ابن حجرؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) اور امام سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) وغیرہ اپنے ماتھے پر ٹکی ہوئی دو آنکھوں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ (المتوفی ۹۳ھ) کو دیکھا تھا اور اس وقت متعدد حضرات صحابہ کرامؓ اور بھی موجود تھے، مثلاً حضرت مالکؓ بن الحویرث المتوفی ۹۴ھ اکمال ص۶۱۵) حضرت عبداللہؓ بن انیس المتوفی ۹۴ھ (جامع المسانید ج۲ ص۴۷۷

وتبییض الصحیفہ ص۸) حضرت محمودؓ بن لبید المتوفی ۹۹ھ (البدایہ والنہایہ
ص ۱۸۶ ج ۹) حضرت محمودؓ بن الربیع المتوفی ۹۹ھ (تہذیب التہذیب
ص ۶۳ ج ۱) حضرت ابوامامہ سہلؓ بن حنیف المتوفی ۱۰۰ھ،
(البدایہ والنہایہ ص ۱۹۰ ج ۹) حضرت ہرماسؓ بن زیاد الباہلی المتوفی بعد ۱۰۲ھ
(تہذیب التہذیب ص ۲۸ ج ۱۱) اور حضرت ابوالطفیل عامرؓ بن واثلہ المتوفی ۱۱۰ھ
(تہذیب التہذیب ص ۸۲ ج ۲) وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ صحیح ہے (اور کوئی وجہ نہیں کہ
ان اکابر محدثینؒ اور مؤرخینؒ کی یہ تحقیق غلط ہو) کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ
نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا ہے تو کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ
ان دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کو یا ان میں سے بعض کو جن کی وفات حضرت
انسؓ کے کئی سال بعد ہوئی نہ دیکھا ہو۔ لہٰذا ان حضرات کا نظریہ بالکل صحیح
ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام موصوفؒ نے حضرت انسؓ کے علاوہ بعض اور
حضرات صحابہ کرامؓ کو بھی دیکھا ہے اور ان سے ملاقات کی ہے چنانچہ علامہ
محمدؒ بن اسحاقؒ المعروف بابن ندیم (المتوفی ۳۸۵ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

وكان من التابعين لقي عدة من الصحابةؓ وكان من الورعين الزاهدين (الفہرست لابن ندیم ص۲۹۸ طبع مصر)

امام ابوحنیفہؒ تابعین میں سے تھے انہوں نے متعدد حضرات صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی تھی اور آپ متورع اور زاہدین میں تھے۔

اور رؤیت کے لحاظ سے تو وہ بلاشبہ تابعی ہیں اور یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مقام ولادت حضرت امام ابو حنیفہ رح کا مقام تولد کوفہ ہے، جو عراق شورشیں برپا ہونے کے بعد حضرت علی رض (المتوفی ۴۰ھ) کے عہد حکومت میں دار الخلافہ تھا۔ جس میں سینکڑوں حضرات صحابہ کرام رض فروکش ہوئے جن کے علم وعرفان کی بارش سے لوگ سیراب ہوتے رہے۔ امام سفیان رح بن عینیہ رح (المتوفی ۱۹۸ھ) کا کوفہ کے بارے میں یہ مقولہ کافی ہے کہ حلال وحرام یعنی فقہ کا مرکز تو کوفہ ہے (معجم بلدان ذکر کوفہ) اور علامہ ابن سعد رح فرماتے ہیں کہ کوفہ میں تین سو (۳۰۰) وہ حضرات صحابہ کرام رض جن کو بیعت رضوان میں شرکت کی فضیلت حاصل ہوئی تھی اور جو اصحاب الشجرۃ کہلاتے تھے اور ستر (۷۰) عدد وہ حضرات صحابہ کرام رض جو جنگ بدر میں شریک ہو کر مغفرت کا پروانہ حاصل کر چکے تھے، تشریف لے گئے تھے (طبقات ابن سعد ص ۴ ج ۶) اور امام عجلی رح (المتوفی ۲۶۱ھ) کے بیان کے مطابق ڈیڑھ ہزار جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رض کے نقش پا سے کوفہ بابرکت ہو چکا تھا۔ (شرح نقایہ ص ۲ ج ۱) اور امام نووی رح لکھتے ہیں کہ کوفہ مشہور شہر ہے جس کو حضرت عمر رض بن الخطاب کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا، پھر لکھتے ہیں کہ وہی دار الفضل ومحل الفضلاء (نووی شرح مسلم ص ۱۸۵ ج ۱) اور وہ فضیلت کی جگہ اور فضلاء کا محل تھا امام سخاوی رح المتوفی ۹۰۲ھ کوفہ جانے والے بعض حضرات صحابہ کرام کا نام لکھ کر آگے فرماتے ہیں وخلق من الصحابۃ (الاعلان بالتوبیخ

لمن ذم التاریخ ص۱۳۹ طبع دمشق)

تحصیلِ حدیث کا شوق امام صاحبؒ کے والدِ محترم کا انتقال ان کی تحصیلِ علم سے پہلے ہی ہو چکا تھا مگر حضرت امام شعبیؒ (المتوفی ۱۰۶ھ) کی ترغیب سے (جنہوں نے پانسو ۵۰۰ حضرات صحابہ کرامؓ کے دیدار سے آنکھیں روشن کر لی تھیں اور بہت سے حضرات صحابہ کرامؓ سے فیضِ صحبت اُٹھایا اور روایات حاصل کی تھیں) حضرت امام ابو حنیفہؒ نے علمِ حدیث اور علمِ دین حاصل کرنیکا عزمِ مصمم کر لیا اور اس وقت کے جلیل القدر محدثین عظامؒ اور فقہاء کرام سے علم حاصل کر کے بلند مقام حاصل کیا۔

شیوخِ حدیث امامِ ابو حنیفہؒ نے بہت سے شیوخ اور اساتذہ سے علمِ حدیث حاصل کیا جن میں سے چند حضرات کے نام جو متعدد کتب اسماء الرجال میں مندرج ہیں یہ ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح، عاصم بن ابی النجود، علقمہ بن مرثد۔ امام باقر سعید بن مسروق، عدی بن ثابت انصاری، ابو اسحاق سبیعی، نافع بن عمر مدنی، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، قتادہ، عمرو بن دینار، مکحول شامی، محمد بن مسلم، اعمش کوفی، امام اوزاعی، امام شعبی، ربیعہ بن عبدالرحمٰن الرائی، عکرمہ مولی ابن عباسؓ، امام زہری ہشام بن عروہ، سماک بن حرب، سلمہ بن کہیل وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

علامہ ذہبیؒ نے ان کا ترجمہ الامام الاعظم کے پیارے عنوان سے شروع کر کے اُن کے کچھ شیوخ کے نام ذکر کیے ہیں اور پھر آخر میں تحریر فرمایا ہے۔ وخلق کثیر (تذکرہ ص۱۵۹ ج۱) کہ ان کے علاوہ اور بہت سے شیوخ سے انہوں نے علم حدیث اور علمِ دین حاصل کیا ہے۔ علامہ ابو المحاسن الشافعیؒ نے تین ۳۰۰ سو انیس ۱۹ اساتذہ اور شیوخ کے نام بقید نسب لکھے ہیں۔ (عقود الجمان ص۴۸ تا ص۶۴) اور امام ابو حفص ن الکبیرؒ المتوفی ۲۶۴ھ نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے کم از کم چار ہزار شیوخ سے حدیثیں روایت کی ہیں (بحوالہ سیرت النعمان حصہ اول ص۳۲)

محدثین کا اُن پر اعتماد

بڑے بڑے ائمہ دینؒ، محدثینؒ اور فقہاء اعلام امام ابو حنیفہؒ پر حدیث اور باقی علوم میں کلی اعتماد کرتے تھے اور اُن کی اس برتری اور تفوق کا کھلے لفظوں میں اقرار کرتے تھے۔ چنانچہ امام مسعرؒ بن کدامؒ (المتوفی ۱۵۵ھ) فرماتے تھے کہ میں نے علم حدیث امام ابو حنیفہ کے ساتھ طلب کیا مگر وہ اس میں ہم پر غالب آ گئے اور زہد و ورع میں بھی وہ ہم سے سبقت لے گئے اور فقہ میں تو ان کا مقام تم سبھی جانتے ہو (مناقب ابی حنیفہؒ لعلامہ ذہبی ص۲۷)

امام مکیؒ بن ابراہیمؒ جو الامام اور الحافظ تھے، اُن کو حفظ اہل زمانہ کہتے تھے۔ (مناقب الامام الاعظمؒ لصدر الائمہ المکی ص۲۱۴ ج۱) اور فرماتے ہیں کہ چالیس ہزار حدیثوں سے انہوں نے آثار کا انتخاب کیا تھا۔ (ایضاً)

امام عبدالقادر القرشیؒ المتوفی ۷۷۵ھ، امام یوسفؒ بن قاضی ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد کے توسطؒ سے

روی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃؒ وھو مجلد ضخم اھ (الجواھر المضیہ ص۳۲۵ ج۲)

امام ابوحنیفہ سے ان کی کتاب الآثار روایت کی ہے جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

اور حافظ ابن حجرؒ ارقام فرماتے ہیں کہ

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفرداً انما ھو کتاب الآثار التی رواھا محمد بن الحسن عنہ اھ (تعجیل المنفعہ ص۲)

امام ابوحنیفہؒ کی حدیث میں مفرد کتاب الآثار جو امام محمدؒ بن الحسنؒ نے اُن سے روایت کی ہے۔

اور اسی کے قریب وہ لسان المیزان ص۳۱ ج۵ میں لکھتے ہیں۔

"حدیث کے بارے میں امام موصوفؒ کی شرطیں بڑی سخت اور کڑی تھیں چنانچہ امام سفیان ثوریؒ (المتوفی ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ صرف وہی حدیثیں لیتے تھے جو اُن کے نزدیک صحیح اور ثقات سے مروی ہوتی تھیں" (کتاب الانتقاء ص۱۴۲ طبع مصر لابن عبدالبرؒ)

اور امام یحییٰؒ بن معینؒ (المتوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ صرف وہی حدیثیں بیان کرتے تھے جو اُن کو معلوم اور یاد ہوتی تھیں۔

(کفایہ خطیب بغدادیؒ ص ۲۳۱)

امام حاکمؒ (المتوفی ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی حدیث میں یہ شرط تھی کہ راوی نے بالمشافہ حدیث اپنے شیخ سے سنی ہو اور پھر وہ اُنکو یاد بھی ہو تب وہ اس کو بیان کرنے کا مجاز ہے (مدخل للحاکمؒ ص ۱۵)

علامہ ابن خلدونؒ (المتوفی ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ امام موصوف علم حدیث میں کبار مجتہدینؒ میں شمار ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے محدثینؒ نے ان کے مسلک اور مذہب پہ اعتماد کیا ہے (مقدمہ ص ۴۴۵) اور اُن کی اِن شرائط کا باقاعدہ تذکرہ امام عبدالوہاب شعرانیؒ (المتوفی ۹۷۳ھ) نے بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو المیزان الکبریٰ ص ۶۳ ج ۱ طبع مصر)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ (المتوفی ۱۳۵۳ھ) لکھتے ہیں کہ حدیث (کی قیود و شرائط) کے بارے میں جتنی تشدید و پابندی اور اور احتیاط امام ابوحنیفہؒ نے کی ہے اور کسی نے اس کا اتنا ثبوت نہیں دیا (تحفۃ الاحوذی ص ۱۵ ج ۲)

الغرض امام صاحبؒ علم حدیث، فقہ اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ ہی تھے چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ "امام اعظم کوفی چنانچہ در علم دین منصب امامت دارد ہمچناں در زہد و عبادت امام سالکان است" (تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار ص ۱۳)

امام صاحبؒ کی فقاہت

امام موصوفؒ نے جب دیکھا کہ آئے دن

نئے نئے مسائل اور حوادث رونما ہو رہے ہیں اور اگرچہ تمام اصول و کلیات اور قواعد و ضوابط تو قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود ہیں مگر ہر آدمی کو یہ مرتبہ کہاں حاصل ہے کہ وہ فرع کو اصل پر متفرع کر کے اس سے مقیس کا حکم استنباط کر سکے۔ اس لیے بالآخر امام صاحبؒ فقہ کے مہمات میں مصروف ہوئے اور دقیق فقہی مسائل کا کافی ذخیرہ فراہم کر دیا جو ان کی دقتِ نظر، حدّتِ ذہن، حاضر دماغی اور وسعتِ خیال کے شاہد عدل ہیں۔ چنانچہ حضرت امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ تمام لوگ امام ابوحنیفہ کے عیال اور خوشہ چین ہیں (البغدادی ج ۱۳ ص ۳۴۶ و تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴۹) اور نیز فرماتے ہیں کہ جو لوگ فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب سے خوشہ چینی کریں (البغدادی ج ۱۳ ص ۳۴۶)

علامہ ابنِ خلدونؒ لکھتے ہیں کہ فقہ میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ کوئی دوسرا ان کا نظیر نہیں ہو سکا۔ اور اُن کے معاصرین نے ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے، خاص طور پر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے (مقدمہ ص ۴۴۷)

علامہ محمد طاہرؒ (المتوفی ۹۸۶) لکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام صاحبؒ کی مقبولیت کا کوئی خاص راز اور بھید نہ ہوتا تو امتِ محمدیہ کا نصف حصہ کبھی ان کی تقلید پر مجتمع نہ ہوتا (تکملہ مجمع البحار ج ۳ ص ۵۴۷)

یہی وجہ ہے کہ اکابر محدثینؒ اور آئمہ جرح و تعدیل جن پر حدیث کی صحت و سقم کا مدار ہے ان کی تقلید کرتے ہیں مثلاً:۔

(۱) امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ الکوفی (المتوفی ۱۸۲ھ) جن کو علامہ ذہبی الحافظ الثبت المتقن اور الفقیہ کے اوصاف سے ذکر کرتے ہیں، وہ امام صاحب کے مقلد تھے۔ چنانچہ علامہ ذہبی ہی ان کو صاحب ابی حنیفہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۴۶ ج ۱)

(۲) امام وکیع بن الجراح الکوفی (المتوفی ۱۹۷ھ) جن کو علامہ ذہبی الامام الحافظ الثبت اور محدث العراق کے اوصاف حمیدہ سے ذکر کرتے ہیں، وہ بھی یُفتی بِقولِ ابی حنیفۃ (تذکرہ ص ۲۸۲ ج ۱) امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوے دیتے تھے۔

(۳) امام یحییٰ بن سعید القطان (المتوفی ۱۹۸ھ) جن کو علامہ ذہبی الامام العلم اور سید الحفاظ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تکذیب نہیں کرتے ہم نے امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر کسی کی نہیں سُنی اسی لیے ہم نے اُن کے اکثر اقوال لے لیے ہیں۔ (البغدادی ص ۳۴۵ ج ۱۳) اور علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ

وکان یحیی القطان	امام یحییٰ بن سعید القطان بھی امام
یفتی بقول ابی حنیفۃ	ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق فتویٰ
ایضاً (تذکرہ الحفاظ ص ۲۸۲ ج ۱)	صادر کیا کرتے تھے۔

(۴) امام یحییٰ بن معین (المتوفی ۲۳۳ھ) جن کو حافظ ابن حجر امام الجرح والتعدیل کے لقب سے یاد کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ فن حدیث میں وہ

مرجع الخلائق تھے جس کی وجہ سے محدثین کرامؒ نے ان کی اقتدا اور خوشہ چینی کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۸۸ ج ۱۱) علامہ ذہبی ان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

ان ابن معینؒ کان من الحنفیة الغلاة فی مذھبه وان کان محدثا اھ الرواة الثقات المتکلم فیھم بما لا یوجب ردھم ص ۲ طبع مصر ۱۳۲۴ھ)

کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ مذہب کے لحاظ سے غالی حنفی تھے بایں ہمہ وہ محدث بھی تھے۔

ان کے علاوہ سینکڑوں محدثین کرامؒ حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے کو بہتر اور صحیح سمجھ کر اور ان کی فقہ پہ اعتماد کر کے حنفی مسلک کو قبول کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اگر امام صاحبؒ کی فقہ حدیث سے متصادم ہوتی یا اس کی بنیاد مبنی بر حدیث رسول (علیٰ صاحبہ الف الف تحیہ) نہ ہوتی جیسا کہ غلطی سے سمجھ لیا گیا ہے تو یقین جانئے کہ امام یحییٰؒ بن زکریاؒ، وکیع بن الجراحؒ، یحییٰ القطانؒ اور یحییٰ بن معینؒ جیسے اساطین حدیث اور حافظین بلکہ محافظین حدیث کبھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید نہ کرتے۔ آخر انہوں نے کچھ دیکھا ہے تبھی تو ان پہ فریفتہ ہو کر انہی سے خوشہ چینی کی ہے اور ان کے مقلد بنے ہیں ؎

تری نگاہ تجلّی شناس ہو تو دیکھ
پسِ حجاب دو عالم کسی کی جلوہ گری

امام صاحبؒ اور علمِ کلام | جس طرح حدیث، فقہ اور زہد و تقویٰ میں

ان کا پایہ بہت ہی اونچا تھا۔ اسی طرح عقائد و کلام میں بھی ان کا رتبہ اور مقام بہت اونچا تھا چنانچہ علامہ خطیب بغدادی باوجود امام صاحبؒ پر انتہائی جرح نقل کرنے کے ان کی ذاتی خوبیوں اور علمی قابلیتوں کا انکار نہیں کر سکے اور صاف طور پہ واشگاف الفاظ میں لکھتے ہیں کہ علم عقائد اور کلام میں لوگ امام ابو حنیفہؒ کے عیال اور خوشہ چین ہیں (بغدادی ص ۱۶۱ ج ۱۳) یہی وجہ ہے کہ امام بیہقیؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) اور حافظ ابن القیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) وغیرہ وغیرہ علم کلام کے دقیق مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کا حوالہ دے کر اس سے اپنی تائید حاصل کرتے ہیں، کتاب الاسماء والصفات، شرح حدیث النزول اور اجتماع جیوش الاسلامیہ وغیرہ کتابوں میں اسکی تصریح موجود ہے۔ الغرض اس فن میں بھی وہ امام ہی تسلیم کیے گئے ہیں۔ بہر کیف حضرت امام ابو حنیفہؒ کی جلالت شان، فن حدیث میں مہارت علم [1] فقہ میں تفوق اور علم کلام میں ان کا درجہ

---

[1] علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے فقہاء کرام اور مفسرین کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے:" تاہم جہاں تک میرا علم ہے شریعت اسلامی کی جو توضیح جناب ابو حنیفہ نے کی ہے ویسی کسی اسلامی مفسر نے آجتک نہیں کی، اگر مذہب اسلام کی رو سے محبوب کے ذریعے بڑے بڑے حکماء اور علماء کی یادگاریں قائم رکھنے کا دستور جائز ہوتا تو یہ عظیم الشان فقیہ اس عزت کا سب سے پہلا حقدار تھا دینی خدمت کے اس حصے یعنی فلسفہ شریعت کی تفسیر و توضیح میں امیر المومنین جناب علیؓ کے بعد جو کچھ اس فلسفی امام نے کھایا ہے قوم اسے کبھی فراموش نہیں کرے گی" (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر ص ۴۱ و ۴۲ دسواں)

محدثین، مورخین اور فقہاء کرام گیا موافق اور کیا مخالف سبھی کو مسلّم ہے۔ جن حضرات کو ان کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات تھے، وہ یا تو غلط فہمی کا نتیجہ ہیں جو تاریخی اعتبار سے خود بخود رفع ہو جاتے ہیں اور یا انتہائی مذہبی تعصب کا ثمرہ ہیں جن کا اس جہان میں سرے سے کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ امام موصوفؒ کے مزید کچھ مناقب و فضائل کے لیے راقم الحروف کی کتاب احسن الکلام حصہ اوّل کا مطالعہ کیجیے۔ اس مختصر مقدمہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے، اور قدرے بسط اور تفصیل کے ساتھ راقم کی کتاب مقام ابی حنیفہؒ دیکھیں جس پہ دورِ حاضر میں پاک و ہند کے جید علماء کرام کی بہترین آراء و تصدیقات ثبت ہیں۔

فقہ اکبر

علم عقائد و کلام میں ایک نہایت مختصر اور جامع کتاب جس کا نام فقہ اکبر ہے، حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف و تالیف ہے، چنانچہ بہت سے ائمہ اسلامؒ نے اس کو امام صاحبؒ ہی کی تالیف تسلیم کیا اور بتایا ہے مثلاً (۱) الحکمؒ بن عبد اللہ البلخیؒ (المتوفی ۱۹۹ھ) راوی فقہ اکبر (۲) امام اسحاقؒ بن محمدؒ الحکیم السمرقندی (المتوفی ۳۴۲ھ جو امام ابو منصور ماتریدیؒ المتوفی ۳۳۳ھ کے تلمیذ تھے اور ان کی شرح کو بقول مولانا شبلیؒ المتوفی ۱۳۳۲ھ علامہ ابو البقاء احمدیؒ نے ۹۱۸ھ میں نظم کیا تھا) (۳) امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفیؒ المتوفی ۴۸۲ھ (۴) امام محی الدین محمد بن بہاؤ الدین (۵) مولی الیاسؒ بن ابراہیم السینوبیؒ (۶) احمدؒ بن محمد المغنیساریؒ۔ (۷) شیخ اکمل الدین بابرتیؒ (۸) علامہ ابو المنتہیؒ (۹) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (۱۰)

(۱۰) حافظ ابن القیمؒ (۱۱) علامہ ذہبیؒ (۱۲) امام کردریؒ (۱۳) ملا علی القاریؒ
(۱۴) علامہ عبد العلی بحر العلومؒ (۱۵) ملا کاتب چلپیؒ صاحب کشف الظنون،
(۱۶) علامہ عبد القادر القرشیؒ (۱۷) صدر الشریعہ عبید اللہؒ بن مسعودؒ (۱۸) حافظ ابن ہمامؒ
(۱۹) علامہ ابن عابدین شامیؒ (۲۰) مولانا عبد الحی لکھنویؒ (۲۱) مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ
وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حضرات اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر امام ابو حنیفہؒ کی کتاب
ہے ۔ بریلوی حضرات کے مسلم عالم مولوی احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۰ھ)
بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر امام اعظمؒ ہی کی تالیف ہے (دیکھئے کوکب الشہابیہ
ص۱۶ و ص۶۴ وغیرہ) امام کردریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ اعتراض کرے، کہ
امام صاحبؒ کی تو کوئی تصنیف ہی نہیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اعتراض در
کلام معتزلہ کا ہے ان کا دعوے یہ ہے کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی
تصنیف نہیں اور اس سے انکا مقصد یہ ہے کہ فقہ اکبر اور کتاب العالم والمتعلم
امام صاحبؒ کی نہیں چونکہ امام صاحبؒ نے فقہ اکبر میں اہل السنت والجماعت
کے اکثر عقائد نقل کئے ہیں اور معتزلہ کا یہ (بے بنیاد) دعویٰ ہے، کہ امام صاحبؒ
معتزلی تھے (معاذ اللہ) اور کتاب فقہ اکبر معتزلہ کے خیال میں ابو حنیفہ بخاری
کی ہے لیکن ان یہ نظریہ بالکل صریح طور پہ غلط ہے کیونکہ میں نے علامہ مولانا
شمس الملۃ والدین الکردری برالتقینی العمادیؒ کے ہاتھ مبارک سے لکھی ہوئی تحریر
پڑھی ہے انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام صاحبؒ کی
ہیں پھر آگے ارشاد فرمایا کہ۔

تواطأ علیٰ ذٰلک جماعۃ کثیرۃ من المشائخ

اسی پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت متفق ہے۔

انتہیٰ (ذیل الجواہر ص۴۶۱ ج۲)

نظر بظاہر ان ہی قسم کے لوگوں سے متاثر ہو کر علامہ شبلی نعمانیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ فقہ اکبر امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے اور اس پر بڑے نام دلائل اور اپنے خیالات کا انہوں نے اظہار بھی کیا ہے مگر تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے ان کی کوئی دلیل قوی نہیں ہے۔ مثلاً ایک یہ ہے کہ فقہ اکبر کے راوی ابو مطیعؒ پر محدثین نے کڑی جرح کی ہے، لہٰذا اس کا اعتبار نہیں اور نیز صاحب الفقہ الاکبر کا متبادر معنیٰ یہ ہے کہ وہ ابو مطیعؒ ہی کی تالیف ہو مگر یہ دلیل اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی۔ بلاشک اکثر محدثینؒ نے ان پر جرح کی ہے مگر ان کا مرکزی نقطہ ہی صرف یہ ہے کہ وہ جہمیہ اور مرجیہ کے عقیدہ پر تھے۔ کتب اسماء الرجال میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مگر کیا یہ نسبت ان کی طرف صحیح بھی ہے؟ اور اگر صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ کہ وہ کس معنیٰ میں مرجیہ تھے؟ اور کیا اس معنیٰ کے مرجیہ ہونے سے کوئی زد آتی ہے؟ اور کیا خود امام اعظمؒ کو مرجیہ فرقہ میں سے ہونے کا بلاوجہ الزام نہیں دیا گیا؟ اور اگر اس وجہ سے روایت مردود ہوتی ہے تو ہم صحیحین میں ایسی بہت سی روایات کی نشاندہی کر سکتے ہیں جن کے رواۃ مرجیہ وغیرہ فرقوں سے متعلق تھے، حافظ ابن حجرؒ امام ابو مطیعؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:-

كان بصيرًا بالرأی علامة كبير الشان وكان ابن المبارك يعظمه ويبجله لدينه وعلمه (لسان الميزان ص ۳۳۴ ج ۲)	وہ صاحب بصیرت فقیہ علامہ اور بڑی شان کے مالک تھے اور امام ابن مبارکؒ ان کے دین اور علم کی بدولت ان کی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے ۔

اور علامہ ذہبیؒ ان کو الفقیہ کے لفظ سے یاد کرتے ہیں (عبر فی اخبار من غبر)

اور علامہ عبد القادر القرشیؒ لکھتے ہیں کہ :-

راوی كتاب الفقه الاكبر عن ابی حنيفةؒ اھ (الجواهر المضية ص ۲۶۵ ج ۲)	امام ابو مطیعؒ نے کتاب فقہ الاکبر حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے

غرضیکہ یہ کتاب ابو مطیعؒ کی نہیں بلکہ امام صاحبؒ ہی کی تالیف ہے ۔ امام ابو مطیعؒ تو صرف اس کتاب کے راوی ہیں ۔

مولانا شبلیؒ نے ایک دلیل یہ بھی پیش کی ہے کہ جس ترتیب اور اختصار سے یہ کتاب لکھی گئی ہے وہ متاخرین کا خاص انداز ہے ۔ لیکن اس دلیل میں بھی کوئی جان نہیں ۔ کیونکہ امام طحاویؒ (المتوفیٰ ۳۲۱ھ) جو دو واسطوں سے امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور متقدمین میں شامل ہیں ، ان کی کتاب عقیدۃ الطحاوی بھی آخر بڑی مختصر اور خاص ترتیب سے لکھی ہوئی ہے ، لہٰذا اس کا بھی انکار کر دینا چاہیئے ۔ علاوہ ازیں حضرت امام ابو یوسفؒ (المتوفیٰ ۱۸۲ھ) اور امام محمدؒ (المتوفیٰ ۱۸۹ھ جو امام صاحبؒ کے بلا واسطہ

شاگرد ہیں، ان کی کتابوں میں جو ترتیب یا اختصار ہے وہ فقہ اکبر سے
چنداں متفاوت اور نمایاں نہیں ہے

مولانا شبلیؒ نے ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ فقہ اکبر میں ایک جگہ
جوہر اور عرض کا لفظ آیا ہے، حالانکہ فلسفیانہ الفاظ اس وقت زبان میں
داخل نہیں ہوئے تھے، بے شبہ منصور عباسی کے زمانہ میں فلسفہ کی کتابیں
یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کی گئی تھیں لیکن یہ زمانہ امام صاحبؒ کی آخری
زندگی کا زمانہ تھا۔ مگر مولانا کی یہ دلیل بھی نہایت ہی کمزور ہے، کیونکہ
جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ اور قوتِ یادداشت اور
فہم و ذکا عطا فرمائی ہو اور جو ہستی مختلف ممالک کے ہزاروں اساتذہ سے
استفادہ کر چکی ہو اور جس کے یونان اور ایران سے آئے ہوئے غیر ملکی بیسیوں
شاگرد ہوں اور جن کے بارہا باطل فرقوں سے مناظرات بھی ہو چکے ہوں۔
اُن کے لیے جوہر و عرض کے ایک دو لفظ یاد کر لینا اور ان کو معلوم کر
لینا اور کتاب میں درج کر دینا کون سی انوکھی بات ہے؟ جب کہ اغلب
یہی ہے کہ ان کا مطمحِ نظر ہی ان الفاظ سے فلاسفہ یا ان کے کاسہ لیسوں
کی تردید ہی ہے۔ عام یونانی فلسفہ کی اصطلاحات کا تو ذکر ہی کیا آخر علامہ
ابن خلدونؒ ہی نے ذکر کیا ہے کہ پوری اقلیدس کا ترجمہ ابو جعفر منصور کے
عہد میں ہو چکا تھا۔ (مقدمہ ص۴۸۶) جب خالص یونانی طرز اور فن کی کتاب
کا ترجمہ عہدِ منصوری میں ہو چکا تھا تو بعض علمی اصطلاحات کا علم ابتدائی

دور میں کونسی نرالی بات ہے جبکہ سینکڑوں فلسفی اور یونانی جاہ و مال کے حاصل کرنے کے لیے کئی دفعہ اسلامی دار الخلافہ کا طواف کر چکے ہوں گے۔ مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحائف، شرح مقاصد، شرح مواقف اور ملل و نحل وغیرہ عقائد کی کتابوں میں فقہ اکبر کا ذکر نہیں ہوا۔ لیکن اس دلیل میں بھی کوئی قوت نہیں ہے کیونکہ عدم ذکر سے عدم شے کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ آخر ان میں سے بیشتر کتابوں میں عقیدۃ الطحاوی کا ذکر بھی تو نہیں ہے تو کیا اس کے وجود ہی کا انکار کر دیا جائیگا؟

امام بزدوی الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ

العلم نوعان علم التوحید والصفات وعلم الشرائع والاحکام والاصل فی النوع الاول هو التمسک بالکتاب والسنّة ومجانبة الهوی والبدعة ولزوم طریق السنّة والجماعة الذی کان علیه الصحابة والتابعون ومضی علیه الصالحون وهو الذی

علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم توحید و صفات اور دوسرا علم شرائع اور احکام اور پہلی نوع میں اصل یہ ہے کہ کتاب و سنت سے تمسک کیا جائے اور خواہش (نفسانی) اور بدعت سے کنارہ کشی کی جائے اور اہل السنّت والجماعۃ کا طریقہ لازم پکڑا جائے جس پر حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ تھے اور اسی پر سلف صالحینؒ تھے اور یہی وہ چیز ہے جس پر ہم نے اپنے اکابر کو پایا ہے

كان عليه ادركنا
مشائخنا وكان على ذلك
سلفنا اعنى ابا حنيفة
وابا يوسف ومحمدًا
وعامة اصحابهم رحمهم
الله تعالى وقد صنّف
ابو حنيفة رضى الله تعالى
عنه فى ذلك كتاب الفقه
الاكبر وذكر فيه اثبات
الصفات واثبات تقدير
الخير والشر من الله تعالى
وان ذلك كله بمشيّته
واثبت الاستطاعة مع
الفعل وان افعال العباد
مخلوقة بخلق الله تعالى
ايّاها كلها ورد القول بالاصلح اھ
(اصول البزدوى الموسوم به
كنز الوصول الى معرفة

اور اسی پر ہمارے اسلاف تھے یعنی حضرت
امام ابو حنیفہؒ حضرت امام ابو یوسفؒ اور
حضرت امام محمدؒ اور ان کے اکثر اصحاب
سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور بلا شبہ
امام ابو حنیفہؒ نے اس میں الفقہ الاکبر
نامی کتاب لکھی ہے اور اس میں انہوں نے
صفات (خداوندی) کا اثبات کیا ہے
اور اس میں انہوں نے یہ بھی ثابت
کیا ہے کہ خیر و شر (بھلی بری) تقدیر
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ سب
کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیّت سے ہوتا ہے
اور انہوں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ
استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے
اور یہ بھی انہوں نے اس میں ثابت کیا ہے
کہ بندوں کے افعال سب کے سب
اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور معتزلہ کا
اصلح والا قول بھی انہوں نے ردّ کیا ہے۔
(یعنی یہ کہ جو چیز بندوں کے حق میں اصلح

ہے وہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، کیونکہ وجوب کے قول کے بعد اللہ تعالیٰ فاعل مختار نہیں رہتا معاذ اللہ

الاصول ص۳۰ طبع جاوید پریس کراچی)

مولاناؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ فقہ اکبر کی تمام شرطیں آٹھویں صدی کے بعد کی ہیں، مگر یہ دلیل بھی بالکل نکمی ہے، اس لیے کہ خود مولاناؒ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر کے ایک شارح اسحاقؒ بن محمد عبد الحکیم بھی ہیں اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ان کی وفات ۳۴۲ھ کو ہوئی تھی دیکھئے فوائد بہیہ ص۴۴ وغیرہ۔

الحاصل مولانا شبلیؒ نے جتنے دلائل بھی اس پر پیش کیے ہیں کہ فقہ اکبر امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے سب کے سب کمزور اور ضعیف ہیں یہی وجہ ہے کہ مولانا خود ان سے مطمئن نہیں ہیں اور صاف ارقام فرماتے ہیں کہ۔

"ہم نے اس بحث میں اپنی رائے اور قیاسات کو بہت دخل دیا ہے لیکن تمام واقعات بھی (جنمیں ایک بھی ثبوت مدعیٰ کے لیے دلیل نہیں بن سکتا، صفدر) لکھدیئے ہیں ناظرین کو ہم اپنی رائے کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے"۔ (سیرت النعمان حصہ اوّل ص۵۲)

واقعی یہ تمام خیالات اور قیاسات صرف مولانا کی ذات ہی تک محدود ہیں۔ کیونکہ تاریخی دلائل اور شواہد، قرائن اور واقعات ان کا سر اسر انکار کرتے ہیں۔ ع خذ ما صفا ودع ما کدر

غرضیکہ فقہ اکبر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی تصنیف ہے لاریب فیہ

امام صاحبؒ کی وفات

خلیفہ عباسی ابُوجعفر منصور (المتوفی ۱۵۸ھ) کے عہد میں امام صاحبؒ کو قاضی اور جج بننے کے لیے مجبور کیا گیا۔ مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ جس حکومت میں غیر اسلامی فتوے اور فیصلے بھی صادر اور نافذ کرنے ہوں گے اس میں بھلا میں کیسے قاضی بن جاؤں اور کیوں آخرت ضائع کر دوں) پہلے تو گورنرِ وقت یزید بن عمر بن ہبیرہ نے روزانہ دس دس کوڑے امام موصوفؒ کو لگوائے اور پھر بالآخر قید خانے میں محبوس کر دیا اور جیل خانے ہی میں امام موصوفؒ کو چار سال کی طویل قید کے بعد زہر دلوا دیا گیا اور جب امام موصوفؒ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ میں گر گئے اور اسی حالت میں رجب ۱۵۰ھ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

(کتاب المناقب للکردری ص ۲۴ ج ۲ و کتاب الانتقاء ص ۱۷۱ وغیرہ) چھ مرتبہ اُن کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ پہلی دفعہ کم و بیش پچاس ہزار آدمی شریک تھے، اور خطیب بغدادیؒ نے لکھا ہے کہ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ ان کے جنازے کی نماز پڑھا کیے۔ (بحوالہ سیرت النعمان حصہ اوّل ص ۴۲)

اس سے امام صاحبؒ کی مقبولیت عامہ اور مرجع خلائق ہونے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ؎

وہ اک ادا کہ جنبش مینا کہیں جسے
رکھتی ہے غرقِ میکدہ دنیائے عشق کو

فقہ اکبر کا ترجمہ

ضرورت تھی کہ اس مختصر سی کتاب کی خصوصیات کو ملحوظ رکھ کر اس کا اردو میں سلیس اور بامحاورہ ترجمہ

کہہ دیا جائے تاکہ اس پُر فتن دور میں جہاں اعمال و اخلاقِ اسلامی کو لوگ خیر باد کہہ چکے ہیں کم از کم اپنا عقیدہ تو درست رکھیں اور نیز حنفی قسم کے مسلمان بخوبی یہ معلوم کر سکیں کہ ہم کن عقائد پہ کاربند ہیں اور امام اعظمؒ نے کون سے عقائد تحریر فرمائے ہیں ؟ اور نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ امام صاحبؒ ہرگز مرجیہ فرقہ میں سے نہ تھے کیونکہ انہوں نے اس کتاب میں اس فرقہ کا نام لیکر ایک جگہ تردید کی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ عزیزم عبد الحمید (فاضل دیوبند و فاضل دار المبلّغین لکھنؤ وطبیب مستند طبیہ کالج حیدر آباد دکن مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ) نے اس کا سلیس، بامحاورہ اور قدرے آزاد ترجمہ کر دیا ہے۔

فَجَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَجَمِیْعِ اُمَّتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ط

اٰمین ثم اٰمین

اَلفِقهُ الاَکبَرُ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیمِ

اَمَّا بَعدُ

اَصلُ التَّوحِیدِ وَمَا یَصِحُّ الاِعتِقَادُ عَلَیہِ یَجِبُ اَن یَّقُولَ اٰمَنتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالبَعثِ بَعدَ المَوتِ وَالقَدَرِ خَیرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالحِسَابِ وَالمِیزَانِ

(یہ مختصر سا رسالہ) توحید[1] اور ایسے مسائل (اور اصول و حقائق) کی حقیقت کے بیان میں ہے جن پر ایمان رکھنا (ضروری اور) صحیح ہے۔ مومن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان سے اس کا اقرار کرے کہ میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور اسکی کتابوں پر اور اس کے

---

[1] توحید عربی زبان میں کسی چیز کو ایک جاننے اور ایک ماننے اور اس پر ایک ہونیکا حکم لگانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں توحید کے معنی خدا تعالیٰ کو ذات و صفات اور افعال میں وحدہٗ لاشریک لہٗ ماننے اور اسپر عقیدہ رکھنے اور ہر قسم کی تشبیہ و تعطیل سے اسکو مبرّا اور منزّہ سمجھنے اور تسلیم کر لینے کے ہیں۔ ۱۲ سوآتی

وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَذٰلِكَ كُلُّهٗ حَقٌّ وَاللّٰهُ تَعَالٰى وَاحِدٌ لَا مِنْ طَرِيْقِ الْعَدَدِ وَلٰكِنْ مِنْ طَرِيْقِ اَنَّهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

رسولوں پر اور مرنے کے بعد کی زندگی پر اور تقدیر پر کہ سب خیر اور شر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور حساب اور میزان اور جنت اور دوزخ پر ایمان لایا اور یہ سب کچھ حق ہے اور (اس پر بھی) کہ اللہ تعالیٰ واحد و یگانہ[1] ہے لیکن عدد کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ - لَا يُشْبِهُ شَيْئًا مِنَ الْاَشْيَاءِ مِنْ خَلْقِهٖ وَلَا يُشْبِهُهٗ شَيْءٌ مِنْ خَلْقِهٖ

نہ تو اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے وہ اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں اور نہ اس کی مخلوق میں سے کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے اور

---

[1] لفظ واحد سے کبھی دو ۲ کا نصف مراد ہوتا ہے اور اس معنی میں خدا تعالےٰ واحد نہیں ہے کیونکہ وہ عدد سے بالاتر ہے اور کبھی لفظ واحد سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ذات و صفات میں اس کا کوئی شریک کوئی نظیر اور کوئی مثل نہیں، اللہ تعالیٰ پر واحد اسی معنی کے اعتبار سے بولا جاتا ہے۔ (شرح فقہ اکبر علامہ ابوالمنتہیٰ ص ۱۲ - سواتی

لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ بِاَسْمَائِهٖ
وَصِفَاتِهِ الذَّاتِيَّةِ
وَالْفِعْلِيَّةِ اَمَّا الذَّاتِيَّةُ
فَالْحَيَاةُ وَالْقُدْرَةُ وَالْعِلْمُ
وَالْكَلَامُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ
وَالْاِرَادَةُ وَاَمَّا الْفِعْلِيَّةُ
فَالتَّخْلِيْقُ وَالتَّرْزِيْقُ وَالْاِنْشَاءُ
وَالْاِبْدَاعُ وَالصُّنْعُ وَغَيْرُ
ذٰلِكَ مِنْ صِفَاتِ الْفِعْلِ
لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ بِصِفَاتِهٖ
وَاَسْمَائِهٖ لَمْ يَحْدُثْ
لَهٗ صِفَةٌ وَلَا اِسْمٌ لَمْ
يَزَلْ عَالِمًا بِعِلْمِهٖ وَالْعِلْمُ
صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ وَ قَادِرًا
بِقُدْرَتِهٖ وَالْقُدْرَةُ صِفَةٌ
فِي الْاَزَلِ۔
وَمُتَكَلِّمًا بِكَلَامِهٖ وَالْكَلَامُ
صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ وَخَالِقًا

وہ اپنے اسماء اور اپنی صفاتِ ذاتیہ
مثلاً حیات، قدرت، علم کلام، سمع
بصر اور ارادہ سے اور اسی طرح صفات
فعلیہ مثلاً پیدا کرنا، رزق دینا، ایجاد کرنا
اور بغیر کسی سابق مثال کے کسی چیز کو پیدا
کرنا اور بنانا وغیرہ کے ساتھ ہمیشہ
سے موصوف رہا ہے اور ان کے
ساتھ ہمیشہ متصف رہیگا۔ اس کی
کوئی صفت اور نام ایسا نہیں ہے
کہ وہ نو پیدا اور حادث ہو۔ وہ ہمیشہ
سے اپنے علم کے ساتھ موصوف اور
عالم رہا ہے اور علم اس کی ازلی صفت
ہے اور وہ ہمیشہ سے اپنی قدرت سے
متصف اور قادر ہے اور قدرت
اس کی ازلی صفت ہے۔ اور وہ
متکلم ہے اور اپنے کلام سے موصوف
ہے اور کلام اس کی ازلی صفت
ہے اور وہ اپنی صفت تخلیق سے

بِتَخْلِيقِهٖ وَالتَّخْلِيقُ صِفَةٌ
فِي الْاَزَلِ وَفَاعِلًا بِفِعْلِهٖ
وَالْفِعْلُ صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ
وَالْفَاعِلُ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى
وَالْفِعْلُ صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ
وَالْمَفْعُوْلُ مَخْلُوْقٌ وَفِعْلُ
اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ مَخْلُوْقٍ
وَصِفَاتُهٗ فِي الْاَزَلِ غَيْرُ
مُحْدَثَةٍ وَمَنْ قَالَ اِنَّهَا
مَخْلُوْقَةٌ اَوْ مُحْدَثَةٌ
اَوْ وَقَفَ اَوْ شَكَّ فِيْهَا
فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔
وَالْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى
فِي الْمَصَاحِفِ مَكْتُوْبٌ وَفِي
الْقُلُوْبِ مَحْفُوْظٌ وَعَلَى
الْاَلْسُنِ مَقْرُوْءٌ وَعَلَى
النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
مُنَزَّلٌ وَلَفْظُنَا بِالْقُرْاٰنِ

موصوف اور خالق ہے اور تخلیق اسکی
ازلی صفت ہے اور وہ اپنے فعل سے
متصف اور فاعل ہے اور فعل اس
کی ازلی صفت ہے اور فاعل تو صرف
اللہ تعالیٰ ہی ہے اور فعل اسکی ازلی
صفت ہے اور مفعول مخلوق ہے
اور اللہ تعالیٰ کا فعل مخلوق نہیں ہے
اور اس کی یہ جملہ صفات ازلی ہیں.
جو غیر حادث ہیں اور جس شخص نے
یہ کہا کہ اس کی صفات مخلوق یا نوپید
ہیں یا اس نے ان میں توقّف اور شک کیا تو وہ
اللہ تعالیٰ کا منکر اور کافر ہے۔
اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے
جو صحیفوں میں لکھا ہوا ہے اور حفاظ
کے دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں
سے پڑھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف
سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا ہے اور ہمارا قرآن کریم کو پڑھنا

مَخْلُوْقٌ وَكِتَابَتُنَا لَهٗ مَخْلُوْقَةٌ
وَقِرَاءَتُنَا لَهٗ مَخْلُوْقَةٌ وَالْقُرْاٰنُ
غَيْرُ مَخْلُوْقٍ۔

وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى
الْقُرْاٰنِ حِكَايَةً عَنْ
مُوْسٰى وَغَيْرِهٖ مِنَ
الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَعَنْ فِرْعَوْنَ وَاِبْلِيْسَ فَاِنَّ
ذٰلِكَ كُلَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى اِخْبَارًا عَنْهُمْ
وَكَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ مَخْلُوْقٍ وَكَلَامُ مُوْسٰى
وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ
مَخْلُوْقٌ وَالْقُرْاٰنُ كَلَامُ
اللّٰهِ تَعَالٰى فَهُوَ قَدِيْمٌ
لَا كَكَلَامِهِمْ وَسَمِعَ
مُوْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ كَلَامَ اللّٰهِ كَمَا
فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَلَّمَ
اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا

اور اس کا لکھنا تو مخلوق اور حادث
ہے (مگر خود) قرآن غیر مخلوق ہے

اور حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ
نے بطور حکایت جو کچھ بیان کیا ہے
اور فرعون و ابلیس سے اس نے جو
کچھ نقل فرمایا ہے تو یہ سب کچھ اللہ
تعالیٰ کا کلام ہے جو ان سے خبر دیتے
ہوئے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے
اور اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر
مخلوق کا کلام مخلوق و حادث ہے
اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے
سو وہ قدیم ہے نہ بر کہ مخلوق کے کلام
کی طرح حادث ہے۔ موسیٰ علیہ السلام
نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنتا ہے جیسا کہ
ارشاد باری ہے اور اللہ تعالیٰ نے

وَقَدْ كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى
مُتَكَلِّمًا وَلَمْ يَكُنْ كَلَّمَ
مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ اللّٰهُ
تَعَالٰى خَالِقًا فِي الْاَزَلِ وَلَمْ يَخْلُقِ
الْخَلْقَ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ
الْبَصِيْرُ فَلَمَّا كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى
كَلَّمَهٗ بِكَلَامِهِ الَّذِيْ
هُوَ لَهٗ صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ
وَصِفَاتُهٗ كُلُّهَا بِخِلَافِ
صِفَاتِ الْمَخْلُوْقِيْنَ - يَعْلَمُ
لَا كَعِلْمِنَا وَيَقْدِرُ لَا كَقُدْرَتِنَا
وَيَرٰى لَا كَرُؤْيَتِنَا
وَيَتَكَلَّمُ لَا كَكَلَامِنَا
وَيَسْمَعُ لَا كَسَمْعِنَا وَنَحْنُ
نَتَكَلَّمُ بِالْاٰلَاتِ وَالْحُرُوْفِ
وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَتَكَلَّمُ بِلَا
اٰلَةٍ وَلَا حُرُوْفٍ وَالْحُرُوْفُ
مَخْلُوْقَةٌ وَكَلَامُ اللّٰهِ

موسیٰ ؑ سے کلام کیا مگر اللہ تعالےٰ
اس وقت بھی متکلم تھا جب کہ اُس
نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام
نہیں کیا تھا اور اللہ تعالیٰ اس وقت
ازل میں بھی خالق تھا جب کہ اُس نے
مخلوق کو پیدا نہیں کیا تھا پس جب
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے کلام کیا تو آپ نے اسی کلام کے
سبب جو اسکی ازلی صفت ہے۔
اور اس کی تمام صفات مخلوق کی
صفات سے بالکل الگ ہیں۔ وہ
جانتا ہے لیکن نہ اس طرح جیسے ہم
جانتے ہیں وہ قادر ہے لیکن ہماری
طرح اسکی قدرت نہیں وہ دیکھتا ہے
مگر ہماری مثل نہیں دیکھتا وہ کلام کرتا
ہے مگر ہمارے کلام کی مانند نہیں وہ
سنتا ہے مگر ایسا نہیں جیسے ہم سنتے
ہیں اللہ تعالیٰ ہماری طرح آلات اور حروف

تعالى غير مخلوقٍ وهو
شيئٌ لا كالأشياء و
معنى الشيء الثابت بلا
جسمٍ ولا جوهرٍ ولا عرضٍ
ولا حدّ له، ولا ضدّ له
ولا ندّ له، ولا مثل له
وله يدٌ ووجهٌ ونفسٌ كما
ذكره الله تعالى في القرآن
فما ذكره الله تعالى في القرآن
من ذكر الوجه واليد
والنفس فهو له صفات بلا
كيفٍ ولا يقال إنّ يده
قدرته أو نعمته لأنّ
فيه إبطال الصفة
وهو قول أهل القدر
والاعتزال ولكن يده
صفته بلا كيفٍ وغضبه

کے ساتھ کلام نہیں کرتا کیونکہ حروف
مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق
نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ شیئ ہے
مگر دیگر اشیاء کی طرح نہیں اور شیئ
کے معنی ثابت کے ہیں، وہ جسم، جوہر
عرض نہیں ہے نہ تو اس کی کوئی حد
ہے۔ اور نہ ضد اور نہ مقابل ہے
اور نہ مثل اور اس کے لیے ہاتھ منہ
اور نفس ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا
ہے لیکن ان کی کیفیت معلوم نہیں ہے
اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ید سے
قدرت اور نعمت مراد ہے کیونکہ ایسا
کہنے سے اس کی صفت کا ابطال
لازم آتا ہے اور یہ منکرین تقدیر اور
معتزلہ کا مذہب ہے، بلکہ یہ کہنا
چاہیئے کہ ہاتھ اس کی مجہول الکیفیت
صفت ہے، اور اللہ تعالیٰ کا غضب

وَرِضَائُهُ صِفَتَانِ مِنْ
صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِلَا كَيْفٍ،
خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْأَشْيَاءَ لَا مِنْ
شَيْءٍ وَكَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَالِمًا فِي الْأَزَلِ بِالْأَشْيَاءِ
قَبْلَ كَوْنِهَا وَهُوَ الَّذِيْ
قَدَّرَ الْأَشْيَاءَ وَقَضَاهَا
وَلَا يَكُوْنُ فِي الدُّنْيَا
وَلَا فِي الْآخِرَةِ شَيْءٌ إِلَّا
بِمَشِيَّتِهِ وَعِلْمِهِ وَقَدْرِهِ
وَكَتَبَهُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ
وَلٰكِنْ كَتَبَهُ بِالْوَصْفِ
لَا بِالْحُكْمِ، وَالْقَضَاءُ وَالْقَدَرُ
وَالْمَشِيَّةُ صِفَاتُهُ فِي الْأَزَلِ

اور اس کی رضا بھی اس کی صفتیں ہیں
لیکن بلا کیف اُس نے تمام اشیاء کو
پیدا کیا ہے لیکن بغیر کسی مادہ کے اور
اللہ تعالیٰ ازل ہی سے تمام اشیاء
کا عالم ہے جب کہ وہ اشیاء
ظاہر نہ ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ ہی
نے تمام اشیاء کا ایک اندازہ ٹھہرایا
اور ان کے بارے میں فیصلہ صادر
فرمایا ہے، دُنیا و آخرت میں کوئی
چیز ایسی نہیں جو اس کی مشیت، علم
اور قضاء و قدر کے بغیر وقوع پذیر
ہو سکے اور اُس نے یہ لوح محفوظ
میں درج کر دیا ہے لیکن اُس کی یہ
نوشت وصف[1] کے لحاظ اور اعتبار

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو لوحِ محفوظ میں ان کے حسن و قبح، طول و عرض، صغر و کبر، قلت و کثرت، خفت و ثقل، حرارت و برودت، رطوبت و یبوست، طاعت و معصیت، ارادہ و قدرت اور کسب وغیرہ اوصاف اور احوال و اخلاق کے ساتھ درج فرمایا ہے

باقی حاشیہ ص۳۴ پر

بِلَا كَيْفٍ يَعْلَمُ اللهُ تَعَالَى
اَلْمَعْدُوْمَ فِيْ حَالِ عَدَمِهٖ
مَعْدُوْمًا وَيَعْلَمُ اَنَّهٗ
كَيْفَ يَكُوْنُ اِذَا اَوْجَدَهٗ
وَيَعْلَمُ اللهُ تَعَالَى الْمَوْجُوْدَ حَالَ
وُجُوْدِهٖ مَوْجُوْدًا وَيَعْلَمُ
اَنَّهٗ كَيْفَ يَكُوْنُ فَنَاؤُهٗ
وَيَعْلَمُ اللهُ الْقَائِمَ
فِيْ حَالِ قِيَامِهٖ قَائِمًا
وَاِذَا قَعَدَ فَقَدْ عَلِمَهٗ
قَاعِدًا فِيْ حَالِ قُعُوْدِهٖ
مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّتَغَيَّرَ

سے لوحِ محفوظ میں مندرج ہے نہ کہ
حکم کے اعتبار سے اور قضا و قدر اور
مشیت اللہ تعالیٰ کی ازلی صفتیں ہیں
مگر بلا کیف اللہ تعالیٰ معدوم کو اس
کے معدوم ہونیکی حالت میں بھی جانتا ہے
اور یہ بھی جانتا ہے کہ جب اس کو پیدا کریگا
تو وہ کیسا ہوگا؟ اور وہ موجود چیز کو
اس کی موجودگی کی حالت میں جانتا ہے
اور یہ بھی وہ جانتا ہے کہ وہ کس طرح
فنا ہوگی اور وہ قائم کو بحالتِ قیام
جانتا ہے اور جب وہ بیٹھ جائے تو
اس کو بحالتِ قعود بھی وہ جانتا ہے

بقیہ حاشیہ

اور لوح محفوظ میں اُس نے کسی چیز کو بلا اسکے وصف اور سبب کے محض اس کے وقوع کے حکم کیسا تھ نہیں لکھا مثلاً اُس نے یہ نہیں لکھا کہ زید مومن اور عمرو کافر ہوگا کیونکہ اگر وہ ایسا لکھتا تو زید ایمان پر اور عمرو کفر پر مجبور ہو جاتا بلکہ اُس نے لوح محفوظ میں یوں درج فرمایا ہے کہ زید اپنے اختیار اور قدرت سے ایمان اور عمرو اپنے اختیار و قدرت سے کفر اختیار کریگا تو اس سے جبر لازم نہیں آتا۔ (شرح فقہ اکبر لعلامہ ابی المنتہیٰ ص ۱۲) ۱۲- سواتی

عِلْمُهُ اَوْ يَحْدُثُ لَهُ عِلْمٌ
وَلٰكِنَّ التَّغَيُّرَ وَالْاِخْتِلَافَ
فِي الْاَحْوَالِ يَحْدُثُ عِنْدَ
الْمَخْلُوْقِيْنَ۔

خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْخَلْقَ
سَلِيْمًا مِنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ
ثُمَّ خَاطَبَهُمْ وَاَمَرَهُمْ
وَنَهَاهُمْ فَكَفَرَ مَنْ
كَفَرَ بِفِعْلِهٖ وَاِنْكَارِهٖ
وَجُحُوْدِهِ الْحَقَّ بِخُذْلَانِ
اللّٰهِ تَعَالٰى اِيَّاهُ وَاٰمَنَ مَنْ
اٰمَنَ بِفِعْلِهٖ وَاِقْرَارِهٖ
وَتَصْدِيْقِهٖ بِتَوْفِيْقِ
اللّٰهِ تَعَالٰى اِيَّاهُ وَنُصْرَتِهٖ لَهٗ۔

لیکن اس کے علم میں کسی قسم کا تغیر واقع
نہیں ہوتا اور نہ اس کے لیے کوئی نیا
علم حادث اور حاصل ہوتا ہے یہ تغیر
اور اختلاف جو کچھ بھی ہے تو یہ مخلوق کے
حال ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایسی حالت پر
پیدا کیا ہے کہ وہ کفر و ایمان سے خالی
تھی۔ (یعنی فطرت سلیمہ پر اس کو پیدا کیا ہے)
پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کیا
اور حکم دیا اور منع کیا پھر اس کے
بعد جس نے بھی کفر اختیار کیا سو
اپنے فعل اور کسب سے اختیار کیا
اور اس کا انکار اور حق سے جحود اس لئے
واقع ہوا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے
کفر و جحود کی وجہ سے رسوا کر دیا
اور اسی طرح جو ایمان لایا تو وہ
اپنے فعل و کسب اور اقرار و تصدیق
ہی سے ایمان لایا اور اس کے

اَخْرَجَ ذُرِّيَّةَ اٰدَمَ مِنْ
صُلْبِهٖ فَجَعَلَهُمْ عُقَلَاءَ
فَخَاطَبَهُمْ وَاَمَرَهُمْ
بِالْاِيْمَانِ وَنَهَاهُمْ
عَنِ الْكُفْرِ فَاَقَرُّوْا لَهٗ
بِالرُّبُوْبِيَّةِ فَكَانَ ذٰلِكَ
مِنْهُمْ اِيْمَانًا فَهُمْ
يُوْلَدُوْنَ عَلٰى تِلْكَ الْفِطْرَةِ
وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَدْ
بَدَّلَ وَغَيَّرَ وَمَنْ اٰمَنَ
وَصَدَّقَ فَقَدْ ثَبَتَ
عَلَيْهِ وَدَاوَمَ وَلَمْ
يُجْبِرْ اَحَدًا مِنْ خَلْقِهٖ
عَلَى الْكُفْرِ وَلَا عَلَى
الْاِيْمَانِ ۔
وَلَا خَلَقَهُمْ مُؤْمِنًا

اس کسب و تصدیق میں اللہ تعالیٰ کی
مدد اور توفیق شامل حال رہی۔

اللہ تعالیٰ نے (عالم مثال میں) حضرت
آدم کی ذریّت اور اولاد کو ان کی پشت سے
نکال کر ان کو عقل سے بہرہ ور کیا اور
پھر اُن سے خطاب فرما کر ان کو ایمان
کا حکم دیا اور کفر سے منع کیا سو انہوں نے
اُس کی ربوبیت کا (بلیٰ کہتے ہوئے)
اقرار کیا اور ان کا یہ اقرار ربوبیّت
(عامہ) ایمان تھا اور اسی صحیح فطرت
پر اللہ تعالیٰ نے اُنہی کو پیدا کیا سو جس
نے اس کے بعد کفر اختیار کیا تو اس نے
اس اقرار کو بدل دیا اور جو ایمان لایا
اور تصدیق کی تو اُس نے اس عہد کو
محفوظ رکھا اور اس پر ثابت رہا اللہ
تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو
کفر و ایمان پر مجبور نہیں کیا۔

اور نہ ان کو پیدا ہی مومن یا کافر کیا ہے

ولا كافراً ولكن خلقهم
أشخاصاً، والإيمان والكفر
فعل العباد ويعلم
الله تعالى من يكفر
في حال كفره كافراً فإذا
آمن بعد ذلك علمه
مؤمناً في حال إيمانه
وأحبه من غير أن يتغير علمه
وصفته، وجميع أفعال
العباد من الحركة
والسكون كسبهم
على الحقيقة، والله تعالى
خالقها وهي كلها بمشيئة
الله وعلمه وقضائه
وقدره، والطاعات كلها
ما كانت واجبة بأمر الله
تعالى وبمحبته وبرضائه
وعلمه ومشيئته وقضائه

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو (ایسے) افراد
واشخاص پیدا کیا ہے (کہ جس طرف
وہ جانا چاہیں جاسکیں اور) ایمان وکفر
بندوں کے اپنے (اختیار کردہ) افعال
ہیں اللہ تعالیٰ کافر کو بحالتِ کفر
جانتا ہے اور جب وہ ایمان لے
آئے تو اس کو بحالتِ ایمان بھی وہ جانتا
اور اس سے محبت کرتا ہے مگر اس
کے علم وصفت میں کسی قسم کا کوئی
تغیر واقع نہیں ہوتا۔ اور بندوں کے
تمام افعال خواہ وہ حرکت ہوں یاکون
بندوں کے اپنے کسب اور اختیار سے
ہوتے ہیں ہاں خالق ان سب کا
اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ
کی مشیت اس کے علم اس کے فیصلہ اور
اس کی تقدیر سے واقع ہوتے ہیں اور
جملہ طاعات جو بندوں پہ واجب ہیں
وہ سب اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی

وَتَقْدِيْرِهٖ، وَالْمَعَاصِيْ كُلُّهَا بِعِلْمِهٖ وَقَضَائِهٖ وَتَقْدِيْرِهٖ وَمَشِيَّتِهٖ لَا بِمَحَبَّتِهٖ وَلَا بِرِضَائِهٖ وَلَا بِاَمْرِهٖ۔

محبت اور اس کی رضا اور اس کے علم اور اسکی مشیّت اور اس کی تقدیر سے ہوتی ہیں اور تمام معاصی اس کے علم و قضاء اور تقدیر و مشیت سے تو واقع ہوتے ہیں مگر اس کی محبّت اور رضا اور امر (تشریعی) سے واقع نہیں ہوتے۔

وَالْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُلُّهُمْ مُنَزَّهُوْنَ عَنِ الصَّغَائِرِ وَالْكَبَائِرِ وَالْكُفْرِ وَالْقَبَائِحِ وَقَدْ كَانَتْ مِنْهُمْ زَلَّاتٌ وَخَطَايَا، وَمُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَبِيْبُهٗ وَعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَنَبِيُّهٗ وَصَفِيُّهٗ وَنَقِيُّهٗ وَلَمْ يَعْبُدِ الصَّنَمَ وَلَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ

اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام صغائر اور کبائر اور کفر و قبائح سے بالکل منزّہ اور پاک تھے ہاں البتہ لغزش اور خطاء اور بھول چوک ان سے بھی سرزد ہوتی رہی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے حبیب اور اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے نبی اور اس کے مخلص برگزیدہ اور منتخب بندے ہیں۔ آپ نے ایک لمحہ بھر بھی کبھی صنم پرستی اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا اور نہ آپ نے

طَرْفَةَ عَيْنٍ قَطُّ وَلَمْ
يَرْتَكِبْ صَغِيْرَةً وَّلَا
كَبِيْرَةً قَطُّ

کبھی صغیرہ اور کبیرہ کا ارتکاب کیا
ہے

وَاَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ
النَّبِيِّيْنَ عَلَيْهِمُ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَبُوْبَكْرِنِ
الصِّدِّيْقُ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ الْفَارُوْقُ ثُمَّ
عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ
ذُوالنُّوْرَيْنِ ثُمَّ عَلِيُّ
بْنُ اَبِيْ طَالِبِنِ الْمُرْتَضٰى
رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ
اَجْمَعِيْنَ غَابِرِيْنَ
عَلَى الْحَقِّ وَمَعَ الْحَقِّ
نُوَلِّيْهِمْ جَمِيْعًا وَلَا
نَذْكُرُ اَحَدًا مِّنْ
اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اِلَّا

اور جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے بعد تمام انسانوں میں افضل ترین
حضرت ابوبکر الصدیق، ان کے بعد
حضرت عمر الفاروق پھر ان کے بعد
حضرت عثمان ذوالنورین پھر ان کے
بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین ہیں سب حق پر گذرنے والے
اور حق پہ گامزن تھے اور ہم ان سب
سے محبت کرتے ہیں اور ہم جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھلائی کے ساتھ
ہی یاد کرتے ہیں اور ہم کسی مسلمان
کو کسی گناہ کی وجہ سے اگرچہ وہ کبیرہ
ہی کیوں نہ ہو کافر نہیں کہتے جب
تک کہ وہ اس کو حلال نہ سمجھے اور ہم

بخطیئٍ ولا نکفّر مسلمًا بذنبٍ من الذنوب وإن کانت کبیرۃً إذا لم یستحلّہا ولا نزیل عنہ اسم الإیمان ونسمّیہ مؤمنًا حقیقۃً ویجوز أن یکون مؤمنًا فاسقًا غیر کافرٍ۔

...کو ایمان کے وصف سے نہیں نکالتے بلکہ اس کو حقیقۃً مومن ہی کہتے ہیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ مرتکب کبیرہ مومن ہوتے ہوئے بھی فاسق ہے اور کافر نہ ہو۔

والمسح علی الخفّین سنّۃٌ والتراویح فی لیالی شہر رمضان سنّۃٌ والصلوۃ خلف کلّ برٍّ وفاجرٍ من المؤمنین جائزۃٌ ولا نقول إنّ المؤمن لا تضرّہ الذنوب ولا نقول إنّہ لا یدخل النار ولا نقول إنّہ یخلّد فیہا

اور موزوں پر مسح کرنا سنّت ہے اور اسی طرح رمضان مبارک کی راتوں میں نماز تراویح پڑھنا بھی سنت ہے اور مومنین میں سے ہر ایک نیک اور بد کے پیچھے اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کو کسی گناہ کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچتا اور نہ یہ کہتے ہیں کہ مومن کبھی دوزخ میں داخل ہی نہ ہو گا اور نہ یہ کہتے ہیں کہ مومن اگرچہ فاسق ہو

وَاِنْ كَانَ فَاسِقًا بَعْدَ
اَنْ يَّخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا
مُؤْمِنًا وَلَا نَقُوْلُ اِنَّ
حَسَنَاتِنَا مَقْبُوْلَةٌ وَ
سَيِّاٰتِنَا مَغْفُوْرَةٌ كَقَوْلِ
الْمُرْجِئَةِ وَلٰكِنْ نَقُوْلُ الْمَسْئَلَةُ
مُبَيَّنَةٌ مُفَصَّلَةٌ مَنْ عَمِلَ
حَسَنَةً بِجَمِيْعِ شَرَائِطِهَا خَالِيَةً
مِنَ الْعُيُوْبِ الْمُفْسِدَةِ وَالْمَعَانِيْ
الْمُبْطِلَةِ وَلَمْ يُبْطِلْهَا
حَتّٰى خَرَجَ مِنَ
الدُّنْيَا فَاِنَّ
اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُضِيْعُهَا
بَلْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ
وَيُثِيْبُهٗ عَلَيْهَا

ہمیشہ دوزخ میں رہے گا جب کہ
وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ متّصف
ہو کر آخرت کو گیا ہو اور ہم یہ نہیں
کہتے کہ ہماری سب نیکیاں مقبول اور
سب برائیاں بخشی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ
فرقہ "مرجیہ" کا اعتقاد ہے (تعجب
اور حیرت ہے کہ بعض کوتاہ نگاہ
حضرات نے حضرت امام اعظم رح کو
مرجیہ میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ ان
سے بالکل بیزار تھے) لیکن ہم تو یہ کہتے ہیں
کہ مسئلہ واضح اور مفصل ہے جس نے تمام شرائط کو
ملحوظ رکھ کر نیکی کی اور عمل کو باطل کر
دینے والے تمام عیوب سے خالی رہا
اور عمل کو باطل نہ کیا۔
اور ایمان ہی کی حالت میں دُنیا سے
رخصت ہوا تو اللہ تعالیٰ

وما كان من السيئات
دون الشرك والكفر
ولم يتب عنها
صاحبها حتى مات
مؤمنا فانه في مشية
الله تعالى ان شاء عذبه
وان شاء
عفا عنه ولم
يعذبه بالنار ابدا
والرياء اذا وقع في
عمل من الاعمال فانه
يبطل اجره وكذلك
العجب والآيات ثابتة
للانبياء والكرامات
للاولياء حق واما التي
تكون لاعدائه مثل

اس کے عمل کو ضائع نہ کرے گا بلکہ وہ
اسکو قبول فرماکر اس پر بدلہ دیگا۔
اور جو گناہ کفر و شرک سے کم درجے
ہیں اور اس کے مرتکب نے توبہ بھی نہ کی
ہو اور اسی حالت میں فوت ہو گیا ہو
لیکن بوصف ایمان تو وہ اللہ تعالے
کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے
تو اس کو دوزخ میں سزا دے اور
اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے
اور دوزخ میں بالکل داخل نہ کرے
اور جب کسی عمل میں ریا کا دخل ہوتا
ہے تو اس سے ثواب و اجر بالکل
باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح
تکبر اور خود پسندی سے بھی عمل
باطل ہو جاتا ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم
الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور
اولیاء کرام کی کرامات حق اور ثابت
ہیں۔ اور جو خارق عادات امور،

إِبْلِيسَ وَفِرْعَوْنَ وَالدَّجَّالِ مِمَّا رُوِيَ فِي الْأَخْبَارِ أَنَّهُ كَانَ وَيَكُونُ لَهُمْ لَا نُسَمِّيهَا آيَاتٍ وَلَا كَرَامَاتٍ وَلٰكِنْ نُسَمِّيهَا قَضَاءَ حَاجَاتِهِمْ، وَذَالِكَ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقْضِي حَاجَاتِ أَعْدَائِهِ اِسْتِدْرَاجًا وَعُقُوبَةً لَهُمْ فَيَغْتَرُّونَ بِهِ وَيَزْدَادُونَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا۔ وَذَالِكَ كُلُّهُ جَائِزٌ مُمْكِنٌ۔

ابلیس، فرعون اور دجال وغیرہ خدا تعالیٰ کے دشمنوں کے ہاتھوں پر صادر ہوئے یا آئندہ ہوں گے جو (صحیح) احادیث سے ثابت ہیں تو ہم ان کو نہ معجزات کہتے ہیں اور نہ کرامات بلکہ یہ استدراجات ہیں جن کے بارے میں یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حاجتیں پوری کر دی ہیں، کیونکہ وہ دشمنوں کی حاجتوں کو بھی پورا کرتا ہے محض ان کو ڈھیل اور سزا دینے کے لیے مگر وہ لوگ اور زیادہ مغرور ہو کر سرکشی اور کفر پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ممکن ہے اور ہو سکتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَالِقًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ۔ وَرَازِقًا قَبْلَ أَنْ يَرْزُقَ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يُرٰى فِي الْآخِرَةِ،

اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے قبل خالق تھا اور اسی طرح ان کو روزی دینے سے قبل وہ رازق بھی تھا اور اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھا

وَيَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ فِي الْجَنَّةِ بِأَعْيُنِ رُؤُوْسِهِمْ بِلَا تَشْبِيْهٍ وَلَا كَيْفِيَّةٍ وَلَا كَمِيَّةٍ وَلَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خَلْقِهِ مَسَافَةٌ وَالْإِيْمَانُ هُوَ الْإِقْرَارُ وَالتَّصْدِيْقُ، وَإِيْمَانُ أَهْلِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ جِهَةِ الْمُؤْمَنِ بِهٖ وَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ مِنْ جِهَةِ الْيَقِيْنِ وَالتَّصْدِيْقِ۔

جا سکیگا۔ اور مومن اسے دیکھیں گے جنت میں اپنی سر کی آنکھوں سے لیکن بلا تشبیہ اور بلا کیفیت اور کمیت کے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی مسافت (بعد یا دوری) نہیں ہوگی اور ایمان زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنے کا نام ہے۔ اہل سماء واہل ارض، (ملائکہ، انسان اور جنات) کا ایمان کم وبیش نہیں ہوتا مومن بہ کے اعتبار سے (یعنی ان چیزوں کے لحاظ سے جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مثلاً ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات، ملائکہ، انبیاء، کتب سماویہ یوم آخرت وغیرہ وغیرہ) لیکن ایمان یقین اور تصدیق کے لحاظ سے کم وبیش ہوتا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ مُسْتَوُوْنَ فِي الْإِيْمَانِ وَالتَّوْحِيْدِ

اور سب مومن ایمان اور توحید میں مساوی ہیں البتہ اعمال کے اندر ایک

مُتَفَاضِلُوْنَ فِي الْاَعْمَالِ،
وَالْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيْمُ
وَالْاِنْقِيَادُ لِاَوَامِرِ اللّٰهِ تَعَالٰى
فَمِنْ طَرِيْقِ اللُّغَةِ فَرْقٌ
بَيْنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ
وَلٰكِنْ لَا يَكُوْنُ الْاِيْمَانُ
بِلَا اِسْلَامٍ وَلَا يُوْجَدُ الْاِسْلَامُ
بِلَا اِيْمَانٍ وَهُمَا كَالظَّهْرِ
مَعَ الْبَطْنِ۔

وَالدِّيْنُ اِسْمٌ وَاقِعٌ
عَلَى الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ
وَالشَّرَائِعِ كُلِّهَا۔

نَعْرِفُ اللّٰهَ تَعَالٰى حَقَّ
مَعْرِفَتِهٖ كَمَا وَصَفَ
اللّٰهُ نَفْسَهٗ فِيْ كِتَابِهٖ
بِجَمِيْعِ صِفَاتِهٖ
وَلَيْسَ يَقْدِرُ اَحَدٌ
اَنْ يَّعْبُدَ اللّٰهَ تَعَالٰى

دوسرے سے کم و بیش ہیں اور
اسلام اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے تسلیم
خم کرنے اور اطاعت کرنے کا نام ہے۔
پس لغوی اعتبار سے ایمان اور اسلام
کے درمیان فرق ہے لیکن ایمان بغیر
اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے
نہیں پایا جاتا۔ ان کی مثال پشت اور
پیٹ کی سی ہے (یعنی پشت بغیر پیٹ
اور پیٹ بغیر پشت کے متصور نہیں ہوتا)

اور دین ایک ایسا جامع نام ہے
جو صادق آتا ہے ایمان و اسلام
اور تمام شرائع پر۔

ہم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں جیسا
کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے
میں اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے
لیکن کوئی شخص یہ طاقت نہیں
رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکے

حَقَّ عِبَادَتِهٖ كَمَا هُوَ اَهْلٌ لَّهٗ۔ وَلٰكِنَّهٗ يَعْبُدُهٗ بِاَمْرِهٖ كَمَا اَمَرَهٗ بِكِتَابِهٖ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ۔

جیسا کہ حق ہے اس کی عبادت کرنیکا اور جیسا کہ وہ اسکا حقدار ہے۔ لیکن ہر ایک کو اسکی عبادت کرنی چاہیئے اس کے حکم کے مطابق جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کے مطابق،

وَيَسْتَوِي الْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّهُمْ فِي الْمَعْرِفَةِ وَالْيَقِيْنِ وَالتَّوَكُّلِ وَالْمَحَبَّةِ وَالرِّضَاءِ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَالْاِيْمَانِ فِيْ ذَالِكَ وَيَتَفَاوَتُوْنَ فِيْمَا دُوْنَ الْاِيْمَانِ فِيْ ذَالِكَ كُلِّهٖ

اور سب مومن معرفت (خدا کو پہچاننے میں) اور یقین اور توکّل اور محبت اور رضا اور خوف اور رجا میں اور ان سب پہ ایمان لاتے میں مساوی ہیں اور ایمان کے علاوہ ان سب چیزوں اعمال وفضائل وغیرہ کے اعتبار سے ان میں ضرور فرق ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى مُفَضِّلٌ عَلٰى عِبَادِهٖ عَادِلٌ قَدْ يُعْطِيْ مِنَ الثَّوَابِ اَضْعَافَ مَا يَسْتَوْجِبُهُ الْعَبْدُ تَفَضُّلًا مِّنْهُ،

اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پہ فضل کرنے والا اور عادل ہے کبھی تو وہ اپنے فضل وکرم سے اس سے دگنا ثواب عطا فرما دیتا ہے جس کا بندہ مستحق ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ گناہ پہ سزا دیتا

وَقَدْ يُعَاقِبُ عَلَى الذَّنْبِ عَدْلاً مِّنْهُ وَقَدْ يَعْفُوْ فَضْلاً مِّنْهُ

ہے مگر یہ اس کے عدل کا تقاضا ہوتا ہے اور کبھی محض اپنے فضل سے معاف بھی فرما دیتا ہے۔

وَشَفَاعَةُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ حَقٌّ، وَشَفَاعَةُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْمُذْنِبِيْنَ وَلِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْهُمُ الْمُسْتَوْجِبِيْنَ الْعِقَابَ حَقٌّ ثَابِتٌ،

اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت حق ہے

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگار مومنین کے لیے اور اہل کبائر کے لیے جو سزاوار عذاب ہو چکے ہوں حق اور ثابت ہے

وَوَزْنُ الْاَعْمَالِ بِالْمِيْزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَقٌّ

اور قیامت کے دن اعمال کا ترازو میں تولا جانا حق ہے۔

وَحَوْضُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَقٌّ وَالْقِصَاصُ فِيْمَا بَيْنَ الْخُصُوْمِ بِالْحَسَنَاتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَقٌّ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهُمُ الْحَسَنَاتُ فَطَرْحُ السَّيِّئَاتِ عَلَيْهِمْ

اور حضور علیہ السلام کا حوض، حوض کوثر حق ہے اور مخاصمت کرنے والوں کے درمیان قیامت کے دن قصاص اور عوض معاوضہ لینا حق ہے اور اگر انکی نیکیاں نہ ہوں گی تو دوسروں (مظلوموں) کے

حَقٌّ جَائِزٌ - وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ الْيَوْمَ لَا يَفْنِيَانِ اَبَدًا وَلَا يَمُوْتُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ وَلَا يَفْنِىْ عِقَابُ اللّٰهِ تَعَالٰى

وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ فَضْلًا مِّنْهُ. وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ عَدْلًا مِّنْهُ وَاِضْلَالُهٗ خُذْلَانُهٗ، وَتَفْسِيْرُ الْخُذْلَانِ اَنْ لَّا يُوَفِّقَ الْعَبْدَ عَلٰى مَا يَرْضَاهُ عَنْهُ وَهُوَ عَدْلٌ مِّنْهُ

وَكَذَا عُقُوْبَةُ الْمَخْذُوْلِ

گناہ کا ان پر ڈالا جانا بھی حق اور جائز ہے اور جنت اور دوزخ پیدا شدہ اور آج بھی موجود ہیں دریہ نہیں کہ آئندہ پیدا ہوں گی، جو کبھی بھی فنا نہیں ہونگی اور حورعین بھی کبھی فنا نہ ہونگی اور نہ اللہ تعالے کا عذاب اور ثواب ختم ہوگا بلکہ وہ ابدالآباد تک رہیگا۔

اور اللہ تعالی رہنمائی کرتا ہے جس کو چاہے اپنے فضل سے اور بہکا دیتا ہے جس کو چاہے اپنے عدل سے اور اللہ تعالی کا کسی کو گمراہ کرنا بایں طور ہے کہ وہ اس کو رسوا کر دے اور خذلان کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی جس چیز کو پسند کرتا ہے انسان کو اس کی توفیق نہ دے یہ بھی اس کی طرف سے عدل ہی ہوگا (کیونکہ جب انسان نے سوءِ استعداد سے غلط رویہ اختیار کیا ہے تو اُسکو نیکی کی توفیق ہی نہیں ملتی)

اور اسی طرح مخذول کو گناہ پر سزا

عَلَى الْمَعْصِيَةِ
وَلَا يَجُوْزُ اَنْ نَّقُوْلَ اِنَّ
الشَّيْطَانَ يَسْلُبُ الْاِيْمَانَ
مِنَ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ
قَهْرًا وَّجَبْرًا وَلٰكِنْ
نَّقُوْلُ - اَلْعَبْدُ يَدَعُ
الْاِيْمَانَ وَحِيْنَئِذٍ يَّسْلُبُ
مِنْهُ الشَّيْطَانُ -
وَسُوَالُ مُنْكَرٍ وَّنَكِيْرٍ
حَقٌّ كَائِنٌ فِي الْقَبْرِ
وَ اِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَى
الْجَسَدِ فِيْ قَبْرِهٖ حَقٌّ
وَضَغْطَةُ الْقَبْرِ وَ
عَذَابُهٗ حَقٌّ كَائِنٌ
لِلْكُفَّارِ كُلِّهِمْ وَلِبَعْضِ
عُصَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقٌّ جَائِزٌ
وَكُلُّ شَيْءٍ ذَكَرَهُ الْعُلَمَاءُ
بِالْفَارِسِيَّةِ مِنْ صِفَاتِ

دنیا بھی اسکی طرف سے عدل ہے۔
اور یہ جائز نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ شیطان
بندہ مومن سے جبرًا ایمان سلب کر لیتا
ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ بندہ جب خود
ایمان کو ترک کر دیتا ہے تو اس وقت
شیطان اُسے اغوار کر لیتا ہے اور
ایمان کی دولت سے محروم کر دیتا
ہے۔
اور قبر میں منکر و نکیر کا سوال
حق اور ثابت ہے اور قبر میں جسم کی
طرف (جس کی کیفیت صرف اللہ
تعالیٰ ہی جانتا ہے) رُوح کا لوٹایا جانا حق
اور ثابت ہے۔ اور قبر کا دباؤ اور
عذاب حق ہے جو تمام کفار کے لیے
اور بعض گنہگار مومنوں کے لیے واقع
ہو گا یہ بھی ٹھیک اور جائز ہے۔
اور ہر وہ صفت جس کو علماء نے
فارسی زبان میں ذکر کیا ہے اللہ

اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّ اِسْمُہٗ، فَجَائِزٌ
اَلْقَوْلُ بِہٖ سِوَی الْیَدِ
بِالْفَارِسِیَّۃِ وَیَجُوْزُ
اَنْ یُّقَالَ بِرُوْئے خدائے
عَزَّ وَجَلَّ بِلَا
تَشْبِیْہٍ وَلَا کَیْفِیَّۃٍ
وَلَیْسَ قُرْبُ اللّٰہِ تَعَالیٰ
وَلَا بُعْدُہٗ مِنْ طَرِیْقِ
طُوْلِ الْمَسَافَۃِ وَقِصَرِھَا
وَلٰکِنْ عَلٰی مَعْنَی الْکَرَامَۃِ
وَالْھَوَانِ۔
وَالْمُطِیْعُ قَرِیْبٌ مِّنْہُ
بِلَا کَیْفٍ وَالْعَاصِیْ بَعِیْدٌ
مِنْہُ بِلَا کَیْفٍ، وَالْقُرْبُ
وَالْبُعْدُ وَالْاِقْبَالُ یَقَعُ عَلَی الْمُنَاجِیْ
وَکَذٰلِکَ جِوَارُہٗ فِی الْجَنَّۃِ
وَالْوُقُوْفُ بَیْنَ یَدَیْہِ
بِلَا کَیْفِیَّۃٍ وَالْقُرْاٰنُ مُنَزَّلٌ عَلٰی

تعالیٰ کی صفات میں سے تو اس کا
اطلاق درست ہے سوائے ید (ہاتھ)
کے کہ اس کا تلفظ فارسی زبان میں درست
نہیں (مثلاً یہ کہا جائے کہ دست خدائے)
اور یہ جائز ہے کہ یوں کہا جائے کہ
بروئے خدائے لیکن بغیر تشبیہ اور بغیر کیفیت کے
اور اللہ تعالیٰ کا قرب اور بعد مسافت
کی درازی اور کوتاہی کے طریق پر نہیں
لیکن وہ بایں معنی ہے کہ اس کا قرب
عزت پاتے اور معزز ہوتے اور اسکا بعد ذلیل اور
خوار ہونے کے لحاظ سے ہے۔ اور مطیع اسکے قریب ہے
بلا کیف اور گنہگار اس سے بعید ہے بلا کیف اور قرب
و بعد اور اقبال مناجات کرنے والے کیلئے ہوتا ہے
(یعنی جو بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے
تضرع وزاری کرتا ہے) اور ایسا ہی
اس کا جوار جنت میں اور اس کے
سامنے کھڑا ہونا بلا کیفیت کے
حق ہے اور قرآن نازل کیا گیا ہے جناب رسول اللہ

رَسُولِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَهُوَ فِي الْمَصَاحِفِ مَكْتُوبٌ
وَآيَاتُ الْقُرْآنِ فِي مَعْنَى الْكَلَامِ
كُلُّهَا مُسْتَوِيَةٌ فِي الْفَضِيلَةِ وَ
الْعَظَمَةِ إِلَّا أَنَّ لِبَعْضِهَا فَضِيلَةَ
الذِّكْرِ وَفَضِيلَةَ الْمَذْكُورِ مِثْلُ آيَةِ
الْكُرْسِيِّ لِأَنَّ الْمَذْكُورَ فِيهَا
جَلَالُ اللهِ تَعَالَى وَعَظَمَتُهُ
وَصِفَاتُهُ، فَاجْتَمَعَتْ
فِيهَا فَضِيلَتَانِ فَضِيلَةُ
الذِّكْرِ وَفَضِيلَةُ الْمَذْكُورِ
وَلِبَعْضِهَا فَضِيلَةُ الذِّكْرِ
فَحَسْبُ مِثْلُ قِصَّةِ الْكُفَّارِ
وَلَيْسَ لِلْمَذْكُورِ فِيهَا
فَضْلٌ وَهُمُ الْكُفَّارُ
وَكَذَلِكَ الْأَسْمَاءُ وَالصِّفَاتُ
كُلُّهَا مُسْتَوِيَةٌ
فِي الْعَظَمَةِ وَ

صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور وہ صحیفوں
میں لکھا ہوا ہے اور قرآن کی آیات
اللہ تعالیٰ کا کلام ہونیکی حیثیت سے
فضیلت اور عظمت میں سب
مساوی ہیں لیکن بعض آیات کیلیے
ذکر اور مذکور دونوں کی وجہ سے خاص
فضیلت ہے، جیسا آیۃ الکرسی
کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا جلال
اس کی عظمت اور اس کی صفات
کا ذکر ہے۔ تو اس طرح اس میں
دو فضیلتیں جمع ہو گئی ہیں ایک ذکر
کی فضیلت اور دوسری مذکور کی فضیلت
اور بعض آیات کے لیے فقط ذکر
کی فضیلت ہے نہ کہ مذکور کی مثلاً
وہ آیات جن میں کفار کا قصہ بیان
کیا گیا ہے۔
اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء
اور اس کی صفات سب کی سب

الفضیلۃ لا تفاوت بینہما ووالدا رسول اللہ علیہ السلام ماتا علی الکفر وابو طالب عمہ مات کافرا وقاسم وطاہر وابراہیم کانوا بنی رسول اللہ علیہ السلام وفاطمۃ ورقیۃ وزینب وام کلثوم کن جمیعا بنات رسول اللہ علیہ السلام

عظمت اور فضیلت میں مساوی ہیں۔ ان میں کوئی تفاوت نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر کے دور میں فوت ہوئے ہیں[1] اور حضور کے چچا ابوطالب کا انتقال بھی کفر پر ہوا ہے اور حضرت قاسم، حضرت طاہر، حضرت ابراہیم جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند تھے اور حضرت فاطمہ، حضرت رقیہ، حضرت زینب، حضرت ام کلثوم یہ سب حضور کی صاحبزادیاں تھیں۔
رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین

---

[1] بعض نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے جیسا کہ مصری نسخہ۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قرآن کریم کے حاشیہ میں لکھتے ہیں "حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے والدین کے بارہ میں علماء اسلام کے اقوال مختلف ہیں بعض نے انکو مومن و ناجی ثابت کرنے کیلیے مستقل رسائل لکھے ہیں اور شراح حدیث نے محدثانہ و متکلمانہ بحثیں کی ہیں احتیاط و سلامت روی کا طریقہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ زبان بند رکھی جائے اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے سے احتراز کیا جائے حقیقت حال تو خدا ہی جانتا ہے اور وہ ہی تمام مسائل کا ٹھیک فیصلہ کرنیوالا ہے (حاشیہ سورۃ توبہ) حضرت مولانا گنگوہی نے بھی یہی فرمایا ہے جیسا کہ مسلم کی تقریر میں ہے) الاولی السکوت اس بارہ میں سکوت ہی اولی ہے۔ ۱۲ سواتی۔

وَاِذَا اُشْكِلَ عَلَى الْاِنْسَانِ
شَيْءٌ مِنْ دَقَائِقِ عِلْمِ
التَّوْحِيْدِ فَاِنَّهٗ يَنْبَغِيْ
لَهٗ اَنْ يَعْتَقِدَ فِي الْحَالِ مَا هُوَ
الصَّوَابُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى
اِلٰى اَنْ يَجِدَ عَالِمًا
فَيَسْاَلَهٗ وَلَا يَسَعُهٗ
تَاْخِيْرُ الطَّلَبِ
وَلَا يُعْذَرُ بِالْوَقْفِ
فِيْهِ وَيُكَفَّرُ
اِنْ وَقَفَ

اور جب کسی انسان پر علم توحید (یعنی ذات
اور صفات باری تعالیٰ) میں سے کسی
مسئلہ میں دشواری پیش آجائے اور
اس سے فیصلہ نہ ہو سکے تو اس کے
بارہ میں اُسے یوں کہنا چاہیئے کہ جو
کچھ عند اللہ صحیح اور درست ہے
اس پر میرا اعتقاد ہے۔ یہاں تک
جب کوئی عالم اسے مل جائے تو اس
سے دریافت کرے اور یہ جائز نہیں کہ وہ
اس مشکل کا حل تلاش کرنے میں تاخیر کرے
بلکہ تلاش میں لگا رہے اور اس کو اس بارہ میں
توقف کرنے سے بھی معذور نہیں سمجھا جائے
گا۔ اور اگر اس نے اس بارہ میں توقف کیا
تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

وَخَبَرُ الْمِعْرَاجِ حَقٌّ
وَمَنْ رَدَّهٗ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ
ضَالٌّ

اور معراج کا واقعہ صحیح اور حق ہے
اور جس نے اس کا انکار کیا وہ بدعتی
اور گمراہ ہو گا۔

وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَيَاْجُوْجَ

اور دجال کا خروج اور یاجوج ماجوج

وَمَاجُوجَ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُولُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَسَائِرُ عَلَامَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ عَلٰى مَاوَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ حَقٌّ كَائِنٌ وَاللّٰهُ تَعَالٰى يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

کا خروج اور سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دیگر تمام علاماتِ قیامت جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں، یہ سب حق ہیں، اور لامحالہ ہونے والی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے جس کی چاہے سیدھی راہ کی طرف

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان اسلامی عقائد پر قائم اور دائم رکھے۔
آمین ثم آمین۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

عبدالحمید سواتی

مہتمم مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

صفر سنہ ۱۳۷۹ھ

عقیدۃ الطحاوی

مع

عقیدۃ الحسنۃ

تالیف

حافظ الحدیث امام ابو جعفر احمد الطحاویؒ

حکیم الامۃ امام ولی اللہ محدث دہلویؒ

ترجمہ

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی

بانی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

قیمت ۹۵ روپے

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم، فاروق گنج گوجرانوالہ